# حیاتِ سلیم کے چند قابل رشک پہلو

خطاب بہ موقع سیمینار رئیس المحدثین حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب نور اللہ مرقدہ
بمقام جامعہ اشرفیہ حقانیہ، لانڈھی، کراچی

حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہ
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

**الحمد للّٰہ و کفی، والصلاۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی أما بعد:**

**فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**

قابل صد احترام، حضرات علماء کرام! ارباب مدارس دینیہ! اساتذہ کرام! طلباء عزیز! برادران اسلام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

میں سب سے پہلے جامعہ اشرفیہ حقانیہ کراچی کا دل کی گہرائیوں سے شکر گزار ہوں، جنہوں نے آج کی اس مبارک تقریب میں مجھے حاضری اور آپ حضرات سے ملاقات اور گفتگو کا موقع بخشا، بالخصوص محترم ومکرم حضرت مولانا نور البشر صاحب دامت برکاتہم العالیہ جو اس کا ذریعہ بنے اور انہوں نے مجھے تاکید کے ساتھ آج کے اس اہم اجتماع میں شرکت کی دعوت دی، اللہ تعالیٰ آپ سب حضرات کو جزائے خیر عطاء فرمائے، میں قرب وجوار اور دور دراز سے تشریف لانے والے علماء کرام، مدارس کے اساتذہ، مہتممین، طلباء اور اہل علاقہ کا شکر گزار ہوں۔

**سلف صالحین کے تذکرے کا اثر:**

آج کی یہ تقریب رئیس المحدثین، استاذ العلماء حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کے حوالے سے ہے، مجھ سے پہلے حضرات نے بڑے جامع انداز میں حضرت کی زندگی پر

روشنی ڈالی، ہم لوگ حضرت کے حالات و واقعات کو سن کر کئی موقعوں پر آبدیدہ اور اَشکبار ہوئے۔

''اللہ والوں کا صالحین کا جب کسی مجلس میں ذکر ہوتا ہے، تو اس مجلس اور مجلس والوں پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں، اور اسی رحمت کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ اہل مجلس کے قلوب میں دین کی محبت پیدا ہوتی ہے۔

آپ ہمیشہ یاد رکھیں کہ جب کسی کے پاس جا کر بیٹھیں اور بیٹھنے کے بعد اور بیٹھنے کے وقت اگر آپ کے دل میں اللہ کی محبت، حضور علیہ السلام کی محبت، دین کی محبت، قرآن کی محبت، نماز کی محبت، اعمال صالحہ کی طرف رجوع اور اللہ کی طرف رجوع کا شوق پیدا ہو، تو یہ اس بات کی دلیل ہوتی ہے کہ آپ جس کے پاس گئے ہیں وہ اللہ والا ہے، اور اگر وہاں جا کر دنیا کی محبت، مال کی محبت اور شہرت کی طرف دھیان ہوا، تو آپ سمجھ لیں کہ آپ دنیا دار کی مجلس میں گئے ہیں، اللہ والے کی مجلس میں نہیں گئے۔

**حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ کی رحلت کا صدمہ:**

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کس کس بات کو ہم ذکر کریں اور حقیقت یہ ہے کہ جیسے حضرت مولانا عبیداللہ خالد صاحب دامت برکاتہم جو ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت عطاء فرمائے، میرے متعلق فرما رہے تھے کہ:

''سینتیس (۳۷) سال مجھ فقیر کو حضرت کے ساتھ دن رات سفر و حضر میں جو رفاقت کا موقع ملا، اس کے بیان کے لئے سینتیس (۳۷) صدیاں بھی کم ہیں۔ اور جوں جوں وقت گزرتا جا رہا ہے اور حضرت کو دنیا سے پردہ فرمائے ہوئے وقت زیادہ ہو رہا ہے، تو اب ہر قدم پر حضرت کی کمی پہلے سے زیادہ محسوس ہو رہی ہے''۔

عام طور پر ہوتا یہ ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ صدمہ کم ہو جاتا ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ صدمے میں، غم میں، یاد میں کمی آجاتی ہے، لیکن میری کیفیت یہ ہے اور عین ممکن ہے بہت سے حضرات کی یہ کیفیت ہو کہ وقت کے ساتھ ساتھ میرے صدمے میں اضافہ ہو رہا ہے، میں جب وفاق کے دفتر جاتا ہوں، صبح شام مدارس کے معاملات میں علماء سے یا حکومتوں سے رابطہ کرتا ہوں، مدارس کے کام سامنے آتے ہیں، تو ہر موقع پر حضرت یاد آتے ہیں، تو صدمہ زیادہ ہو جاتا ہے۔

**صدمہ اور خوشی کے موقع پر اسلام کی تعلیم:**

لیکن میرے دوستو! ہمارا اسلام، قرآن و سنت ہمیں کسی صدمے اور غم پر ماتم کی اجازت نہیں دیتا اور کسی خوشی پر جشن کی اجازت نہیں دیتا، میں نے جتنا قرآن و حدیث کا مطالعہ کیا ہے، غم اور صدمے پر ماتم اور خوشی اور مسرت پر کوئی جشن مجھے نظر نہیں آیا، ہمارے اکابر اور اسلاف کی زندگیاں چونکہ قرآن و سنت کے مطابق تھیں، اسلام

وشریعت کے مطابق تھیں، اس لئے آپ علماء اسلاف اور اکابر کی زندگیوں کو دیکھ لیں، تو ان کی زندگیوں میں آپ کو بڑے بڑے صدموں کے موقع پر ماتم نظر نہیں آئے گا اور کسی خوشی پر ان کی زندگی میں جشن نظر نہیں آئے گا۔

آج بہت سے مسلمان دین کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ماتم اور جشن میں تقسیم ہو گئے، لیکن یہ قرآن وسنت کا راستہ نہیں ہے، قرآن وسنت کا راستہ یہ ہے کہ غم پر صبر کیا جائے اور خوشی پر شکر کیا جائے، ہمیں اسلام صبر اور شکر کی تعلیم دیتا ہے، ماتم اور جشن کی تعلیم نہیں دیتا، اس لئے ہم اس عظیم صدمے پر صبر بھی کر رہے ہیں اور اس پر اللہ کا شکر بھی ادا کر رہے ہیں کہ حضرت اپنی زندگی میں وہ نقوش چھوڑ گئے ہیں جو ہمیں تاحیات رہنمائی دیتے رہیں گے۔

**اکابر کی فکر اور ان کا طرز عمل اختیار کرنے کی ضرورت:**

اگرچہ وہ آج دنیا میں نہیں رہے، لیکن حضرت کی زندگی کے تمام حالات وواقعات جو میں نے، اور آپ نے سنے ہیں وہ ہمارے لئے روشنی ہیں، میں کہتا ہوں: اب مولانا سلیم اللہ خان نہیں آئیں گے، جو اس دنیا سے گیا اس نے اب نہیں آنا، اب آپ کو اور مجھے کوشش کر کے، ان کی پیروی کر کے، خود سلیم اللہ بننا ہے۔

میرے عزیز طلباء! اب مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نہیں آئیں گے، اب قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نہیں آئیں گے، اب شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نہیں آئیں گے، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نہیں آئیں گے، حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ نہیں آئیں گے، اب آپ کو نانوتوی، گنگوہی، مدنی، تھانوی اور مولانا الیاس کے طرز اور فکر کو لے کر ان کے مشن کو آگے بڑھانا ہے، اور اسی سے ان کی روح خوش ہوگی۔

**دینی مدرسوں کا اصل مقصد طلباء کو اللہ والا بنانا ہے:**

ہمارے حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے حالات جو آپ نے سنے، ان میں ہمارے لئے کتنا بڑا سبق ہے، فرمایا کرتے تھے کہ: ''یہ جو ہمارے مدرسے ہیں، ان کا مقصد مولوی بنانا نہیں ہے، ہمارے مدرسوں اور مولویوں کا مقصد قرآن کے قاری و حافظ، مفتی، امام خطیب، مؤذن، مدرس، محدث، مفسر بنانا نہیں ہے، اس کے لئے ہم نے مدرسہ نہیں بنایا، یہ تو جو قرآن حفظ کرے گا حافظ کہلائے گا، جو قرات کے ساتھ تجوید کے ساتھ پڑھے گا قاری کہلائے گا، جو علم دین حاصل کرے گا وہ مولوی اور عالم دین بن جائے گا، بلکہ ہمارے مدرسوں کا اصل مقصد مدرسہ بنانے سے اللہ والا بنانا ہے''۔

**درس وتدریس میں اخلاص کی اہمیت:**

ایک دفعہ فرمایا کہ: ''اکثر لوگ یہ چاہتے ہیں کہ میں ترمذی پڑھاؤں، مشکاۃ پڑھاؤں، بخاری پڑھاؤں،

اور کئی حضرات کوششیں کر کے مہتممین کو درخواستیں دلواتے ہیں کہ مجھے بخاری، ترمذی، مشکاۃ، ہدایہ دی جائے'' تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ: ''میری نظر میں اگر پڑھانے میں اخلاص ہو، اللہ کی رضا مقصود ہو، تو جو ثواب واجر بخاری پڑھانے پر ملتا ہے، وہی ثواب واجر اللہ تعالیٰ نورانی قاعدہ پڑھانے پر دیتے ہیں'' فرماتے تھے: ''نورانی قاعدہ پڑھانے والے استاد کو کم نہ سمجھو، بخاری پڑھانے والے کو بڑا نہ سمجھو، ٹھیک ہے علم کے اعتبار سے اونچا مقام ہے، مگر اللہ کے ہاں قبولیت اخلاص پر ہوتی ہے، ہوسکتا ہے بخاری پڑھانے والا کل قیامت میں پچھلی صف میں کھڑا ہو، اور نورانی قاعدہ پڑھانے والا ناظرہ، کا استاذ اگلی صف میں کھڑا ہو، یہاں اخلاص پر فیصلے ہوتے ہیں''۔

## کسی شخص کی انفرادی غلطی اس سے متعلقہ ادارے کی طرف منسوب کرنا ناانصافی ہے:

کیسی عجیب عجیب باتیں ہیں، میں کل ہی سندھ حکومت سے بات کر رہا تھا، تو میں نے سندھ کے وزیر اعلیٰ سے کہا کہ آپ نے حال ہی میں بانوے، ترانوے (۹۲، ۹۳) مدارس کی مہرست جاری کی ہے اور وفاقی وزارت داخلہ کو بھیجی ہے اور اس میں آپ نے وفاقی وزارت داخلہ سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ ان مدارس کے خلاف کارروائی کی جائے، یہ مشکوک مدارس ہیں، ان کی سرگرمیاں مشکوک ہیں اور جن مدارس کی آپ نے فہرست بھیجی ہے، ان میں بنوری ٹاؤن کا نام بھی ہے دارالعلوم کورنگی کا نام بھی ہے جامعہ فاروقیہ کا نام بھی ہے، جامعہ بنوریہ کا نام بھی ہے، اس میں احسن العلوم کا نام بھی ہے، اور آپ نے ان مدارس کو مشکوک قرار دے کر وفاق کی حکومت سے ان کے خلاف کارروائی کا مطالبہ کیا ہے۔

میں نے کہا کہ ہماری نظر میں آپ مشکوک ہیں، آپ کی تمام سرگرمیاں مشکوک ہیں اور آپ کا یہ اقدام بھی مشکوک ہے، اس لئے کہ آپ نے ان مدارس کے اوپر کسی الزام کا ثبوت بیان نہیں کیا، اتنا کہہ دینا کہ مشکوک ہیں، یہ کوئی قابل توجہ بات نہیں ہے، آپ کے پاس کوئی الزام ہوتا، کوئی ثبوت ہوتا، تب آپ ان کے بارے میں کوئی بات کہتے، میں نے ان کو کہا کہ: آپ نے ان کو کیوں مشکوک قرار دیا؟، کیا آپ کے پاس ان مدارس کے مشکوک ہونے کا کوئی ثبوت ہے؟ تو وہ کہنے لگے کہ: مولانا ہم نے بیالیس تینتالیس (۴۲، ۴۳) صفحات رپورٹ کے طور پر ساتھ بھیجے ہیں، تو میں نے کہا کہ: کس پس منظر میں آپ نے ان کو مشکوک کہا؟ کہنے لگے کہ ہم نے بہت سے لوگ پکڑے جو مختلف واقعات میں ملوث تھے، جب ہم نے ان کو پکڑا تو ان میں سے بعض نے کہا کہ میں نے فلاں مدرسے سے تعلیم حاصل کی، کسی نے کہا کہ میں نے فلاں مدرسے سے تعلیم حاصل کی، تو جن جن مدرسوں کے نام وہ لیتے گئے وہ ہم لکھتے گئے، تو ہم نے انہی مدرسوں کے نام حکومت کو بھیجے ہیں کہ تم ان کے خلاف کارروائی کرو، تو ہم نے ان مجرموں اور ملزموں کے بتائے نام کی بنیاد پر نام لکھے ہیں، میں نے کہا جناب وزیر صاحب! کیا آپ نے ایسے لوگ بھی پکڑے

ہیں جنہوں نے یہ کہا ہو کہ ہم نے کراچی یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی ہے، میں نے سندھ یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی ہمیں نے حیدرآباد یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی ہے تو کیا آپ نے ایسے قاتل بھی پکڑے ہیں جنہوں نے کالجوں کا نام لیا ہو جنہوں نے یونیورسٹیوں کا نام لیا ہو اور وہ آپ کی تحویل میں ہوں، جنہوں نے سو، سو، دو، دوسو آدمیوں کو قتل کیا ہو، زندہ لوگ جلا دیئے ہوں، ایسے لوگ پکڑے ہیں جنہوں نے یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے کا نام لیا ہو؟ تو انہوں نے کہا کہ پکڑے ہیں، میں نے کہا کہ پھر آپ نے ان یونیورسٹیوں کو مشکوک کیوں نہیں قرار دیا، آپ نے ان قاتلوں کو مشکوک کیوں قرار نہیں دیا، ان کے بارے میں آپ نے وفاقی حکومت سے کیوں مطالبہ نہیں کیا کہ ان کے خلاف بھی کارروائی کی جائے، ہمارے جو لوگ آپ نے پکڑے ہوں گے، ان کی تعداد انگلیوں پر گنی جاسکتی ہوگی اور جو دوسرے آپ نے لوگ پکڑے ہیں وہ تو سینکڑوں میں ہوں گے، ان سینکڑوں نے ہزاروں لوگوں کو قتل کیا، تو آپ نے ان کا نام کیوں نہیں لیا؟!

پھر میں نے کہا کہ آپ بتائیں کہ کیا اگر کوئی یہ کہے کہ میں نے فلاں مدرسے میں تعلیم حاصل کی ہے، تو اس سے وہ مدرسہ مجرم بن گیا؟ وہ ادارہ مجرم بن گیا؟ پہلے تو یہ یقین بھی نہیں کہ اس نے وہاں پڑھا ہو اور اگر پڑھا بھی ہو تو کیا اس کے استاد نے اس کو یہ سبق دیا؟ کیا اس مدرسہ کے مہتمم اس جرم میں شامل ہیں؟ ناظم اعلیٰ شامل ہیں؟ کیا مدرسہ کے ذمہ دار شامل ہیں؟ ظاہر ہے کہ یقیناً نہیں ہیں، یہ اس کا انفرادی فعل ہے، آپ دیکھیں پولیس کے ادارے میں، فوج کے محکمے میں جتنے لوگ سنگین جرم کرتے ہیں کیا آپ یہ کہیں گے کہ فوج کا ادارہ مشکوک ہے؟ پولیس کا ادارہ مشکوک ہے؟ اگر پولیس کے کسی آدمی کا جرم اس کے ادارے کی طرف منسوب نہیں ہوتا، فوج کے کسی فرد کا کوئی جرم اس کے ادارے کی طرف نہیں ہوتا، اور کسی بھی تعلیمی ادارے کے پڑھنے والے کا، یا ملازم کا جرم اس کے ادارے کی طرف منسوب نہیں ہوتا، تو اگر کوئی مدرسے کا انسان جو فرشتہ بھی نہیں ہے وہ غلطی کرلے، تو وہ علماء و مدارس کی طرف کیوں منسوب ہوتا ہے؟ یہ اس کا انفرادی فعل ہوسکتا ہے۔

اب تو یہ بھی قابل نظر ہے کہ جرم اس نے کیا بھی نہیں ہوتا اور اس پر ڈال دیا جاتا ہے، پھر میں نے کہا کہ آپ نے جن مدارس کے بارے میں یہ خط لکھا، ان کی خدمات کا آپ بھی اعتراف کرتے ہیں، آپ دارالعلوم کورنگی کو کیا سمجھتے ہیں؟ کیا آپ بنوری ٹاؤن اور جامعہ فاروقیہ کو دہشت گردی کا ادارہ سمجھتے ہیں؟ آپ تو ان میں خود جاتے ہیں، اور آپ ملکی سطح پر ان کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں، تو جب آپ ایسے اداروں کو مشکوک قرار دے رہے ہیں، تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ خود مشکوک ہیں، آپ دوسروں کے ایجنڈے پر کام کر رہے ہیں۔

**حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ ایک پرعزم، پرنظم اور باہمت شخصیت:**

کل کی بات ہے کہ مجھ سے وزیر اعلی نے کہا کہ جالندھری صاحب! آپ کے دلائل درست ہیں اور ہم اپنی اس فہرست کو واپس لیتے ہیں، مجھے اس قابل مولانا سلیم اللہ خان صاحب مرحوم نے بنایا، یہ حضرت مولانا سلیم اللہ خان کی دی ہوئی جرات ہے، اور مجھے معلوم ہے کہ جب میں حضرت کے ساتھ ہوتا اور مذاکرات ہوتے تو حضرت بعد میں مجھے دعائیں دیا کرتے تھے، اب یہ دعائیں کون دے گا، خوش ہوتے تھے، چھوٹوں پر شفقت فرماتے تھے، میں نے جنازے پر بھی کہا تھا اور آج پھر کہتا ہوں کہ حضرت کی زندگی عزم اور نظم کی زندگی تھی، میں نے اتنا باہمت اور پرعزم کسی کو نہیں دیکھا اور اتنے منظم اعمال والا اپنی زندگی میں کسی کو نہیں دیکھا، میں بہت سے معاملات میں پریشان ہوتا، خاص طور پر مدارس کے معاملات میں وقتاً فوقتاً کوئی بات ہوتی تو میں حضرت سے عرض کرتا، تو حضرت یوں چٹکی بجاتے اور فرماتے کہ: ”حنیف! کچھ نہیں ہوگا“ وہ ایسا انداز ہوتا کہ میں اس کی نقل نہیں کر سکتا، وہ عجیب کیفیت ہوتی، کہتے: ”مولوی حنیف فکر نہ کر، کچھ نہیں ہوگا“، ان کا اتنا کہنا ہوتا کہ میرا سارا صدمہ ختم ہو جاتا، اتنا کہنے سے کہ ”کچھ نہیں ہوگا“، اس سے اتنا حوصلہ ملتا تھا، اب کون کہے گا: ”حنیف! فکر نہ کر، کچھ نہیں ہوگا“، اور یہ وہی کہہ سکتا ہے جس کا اللہ تعالی سے تعلق مضبوط ہو اور یہ جو حدیث مبارکہ میں جو ہم پڑھتے ہیں اور پڑھاتے ہیں کہ:

**ان من عباد الله من لو اقسم على الله لا بره**

ترجمہ: ”کچھ اللہ تعالی کے مقبول بندے ایسے ہوتے ہیں کہ اگر وہ اللہ کی قسم کھالیں تو اللہ ان کو حانث نہیں ہونے دیتے، اللہ تعالی ان کی قسم کو توڑتے نہیں، (ان کی قسم کو پوری کرتے ہیں)“۔

مجھے یقین ہے کہ میرے مخدم حضرت انہیں لوگوں میں ہیں، وہ اس حدیث کا مصداق تھے۔

مجھے فرمایا کہ حنیف! میں آپ کو ایک وظیفہ بتاتا ہوں اسے پڑھا کرو، اور جب بھی کوئی پریشانی آئے اس کو اپنی زندگی کا معمول بنالو، ان شاء اللہ فوراً وہ پریشانی ختم ہو جائے گی، میں نے کہا کہ حضرت فرمائیے، حضرت نے مجھے تین وظیفے بتائے، الحمدللہ وہ میری زندگی کا معمول ہے:

فرمایا حنیف! تو یہ پڑھا کر:

**((ماشاء الله كان ومالم يشا لم يكن))**

”جو اللہ چاہے گا وہ ہوگا اور جو اللہ نہیں چاہے گا وہ نہیں ہوگا“۔

**حضرت رحمہ اللہ کا حوصلہ، اللہ تعالی پر توکل واعتماد:**

جب یہ یقین ہو تو بڑے سے بڑے مسائل میں جب یہ لوگ پریشانی پیدا کریں، تو کچھ بھی نہیں ہوگا، اللہ

سے تعلق مضبوط کرلو، جو میرا رب چاہے گا وہی ہوگا، اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ پوری دنیا کے لوگ مدارس اوران کی آواز کو کمزور کرنا چاہیں اور میرا رب نہ چاہے، تو پوری دنیا کی طاقتیں ختم ہو جائیں گی، لیکن یہ مدارس اسی طرح آباد رہیں گے، یہ اعتماد، یہ حوصلہ اوران کا اللہ تعالی پر اعتماد بڑا قوی تھا، بہت مضبوط تعلق تھا، میں تو اس کا عینی گواہ ہوں، بڑے بڑے بحران آئے اور بڑے بڑے طوفان آئے، لیکن میں نے حضرت کو کبھی پریشان نہیں دیکھا۔

**حضرت رحمہ اللہ کا اخلاق اور خوش مزاجی:**

حضرت سے ہم کبھی خوشدلی کرتے اور وہ بھی خوش دلی فرماتے ، ہم اس لئے کرتے تا کہ حضرت کو ہنسائیں، جیسا کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسایا کرتے تھے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہنستے، اسی طرح ہم بھی کرتے تھے۔

جس وقت حضرت نے مجھے اپنے ساتھ وفاق میں جوڑا، اس وقت میری عمر ۲۰، ۲۱ سال تھی اور حضرت ماشاء اللہ بڑی عمر میں تھے، تو کہیں میٹنگ ہوتی تو میں کہتا کہ حضرت آج فلاں جگہ میٹنگ ہے، آج اسلام آباد میں میٹنگ ہے، تو حضرت فرماتے: ''حنیف تو نے میرا بڑھاپا خراب کر دیا'' میں نے کہا: ''حضرت آپ نے میری جوانی تباہ کر دی'' میرا زمانہ کھیلنے کودنے کا تھا، آپ نے پریشانیوں کا بوجھ ڈال دیا، اگر میں نے آپ کا بڑھاپا خراب کیا، تو آپ نے میری جوانی برباد کی''، تو حضرت بہت ہنسے اور بہت مسکرائے اور میں کہتا: ((اضحک اللہ سنک)) (اللہ آپ کو ہمیشہ مسکراتا رکھے)

**حضرت رحمہ اللہ کا رفقاء پر اعتماد اور ان سے صلاح ومشورہ:**

بہت ہی عجیب حضرت کے ساتھ تعلق تھا، وقت کے ساتھ ساتھ حضرت کی باتیں یاد آتی ہیں جس سے اب بہت کمی محسوس ہوتی ہے، حضرت مولانا عبید اللہ خالد صاحب گواہ ہیں کہ میں حضرت کی وفات سے چار دن پہلے حضرت کے پاس وفاق کے معاملات میں مشوروں کے لئے آیا، تو میں نے کہا کہ حضرت! یہ اسلام آباد کے ہائی کورٹ نے ایک آرڈر جاری کیا ہے اور یہ ہمارے وفاق کے لئے نقصان دہ ہے، تو کیا کیا جائے؟ تو حضرت نے فرمایا کہ اس سلسلے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ میں نے کہا کہ اس بارے میں کچھ وکلاء سے مشورہ کرنا چاہئے اور میں اسلام آباد جاتا ہوں اور وہاں سے وہ آرڈر نکلواتا ہوں، فرمایا ہاں کرو اور پھر فرمایا کہ مفتی تقی عثمانی صاحب سے بھی مشورہ کرو، پھر میں یہاں آیا اور حضرت سے مشورہ کیا۔

ہمیشہ ہمارے حضرت کا مزاج مشورے کے ساتھ ہوتا تھا، مشورہ سنتے تھے، مانتے تھے، کئی دفعہ حضرت کی رائے اور ہوتی تھی اور ہم ادب سے عرض کرتے تو حضرت مان لیتے تھے، اعتماد بہت زیادہ فرماتے تھے، کئی مرتبہ ایک

بات طے کر لی ہوتی تھی، پھر کہتے کہ حنیف کو بلاؤ، تو میں حاضر ہو جاتا اور کہتا کہ ''اگر ایسا ہو جاتا'' تو حضرت فرماتے، تمہاری رائے ٹھیک ہے اور سب سے فرماتے جو حنیف کہتا ہے وہ ٹھیک ہے، ایسا مربی اور ایسا عظیم انسان اب ڈھونڈنے کو بھی نہیں ملتا، لیکن جیسا کہا گیا کہ ہمیں اس راستے پر چلنا ہے، جس پر انہوں نے ہمیں چلایا اور ہمیں ان کی پیروی کرنی ہے۔

## ہمیں اپنے بزرگوں سے محبت ہے:

آپ علماء ہیں، قرآن مجید کی آیت ہے: والذین امنوا واتبعتهم ذریتهم بایمٰن الحقنا بهم ذریتهم (الطور) اس آیت میں ذریتهم سے صرف نسب کی ذریت مراد نہیں ہے بلکہ نسبتی اور روحانی اولاد مراد ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت کے نقش قدم پر چلائے اور ہم نے حضرت کی زندگی کے جو حالات سنے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس طرح زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

## زندگی کے آخری ایام میں حضرت شیخ رحمہ اللہ کی مظلوم مسلمانوں کے لئے فکر:

اور ایک دفعہ پھر میں آپ حضرات کا شکر گزار ہوں، اور یہ بات درست فرمائی حضرت نور البشر صاحب دامت برکاتہم نے اور بعد میں ہمارے مولانا نے کہ:

حضرت جہاں اور ذمہ داریاں ڈال کر گئے، وہاں برما کے مظلوم مسلمانوں کے لئے آواز اٹھانے اور تعاون کرنے کے لئے بار بار فون کرتے رہے، پوچھتے: مولوی حنیف کیا ہوا؟ میں کہتا کہ: میں نے آج وزیر داخلہ سے بات کی ہے، میں کوشش کر رہا ہوں، میں نے فلاں سے بات کی ہے، فلاں سے بات کی ہے بیان جاری کئے ہیں۔ مولانا نور البشر صاحب نے میری رہنمائی کی کہ وہاں کے مسلمانوں کی ضرورتیں کیا ہیں اور کس طرح وفاق کی سطح پر اس مسئلے کو اٹھانا چاہئے، ان شاء اللہ ہم یہ آواز اٹھا رہے ہیں اور اٹھائیں گے اور آپ حضرات کے مشوروں کے مطابق ہم آپ کے ساتھ کھڑے ہوں گے، آپ سے پیچھے نہیں، بلکہ آپ سے آگے رہیں گے اور برما کے سلسلے میں جو آواز اٹھا سکتے ہیں اٹھائیں گے، یہ ہمارے حضرت مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کا ہمیں حکم تھا، ان کے دنیا سے جانے کے بعد بھی ہم ان کے حکم کی تعمیل کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں، اور ہم ہر وقت آپ کے ساتھ ہیں۔

مولانا عبید اللہ خالد صاحب نے فرمایا کہ آپ تو ہماری برادری ہیں، تو میں کہتا ہوں کہ ہم آپ کی برادری ہیں، آپ ہماری برادری نہیں، ہم آپ کی برادری ہیں، جینا بھی آپ کے ساتھ ہے، مرنا بھی آپ کے ساتھ ہے، جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے کہا تھا کہ اب جینا بھی تمہارے ساتھ ہے اور مرنا بھی تمہارے ساتھ ہے۔ ((وما علینا الا البلاغ))